IslamHouse.com

مرکز أصول
Osoul Center
www.osoulcenter.com

Rabwah

حج کے اسرار ومقاصد

إعداد
مرکز أصول

ترجمہ
ابو اسعد قطب محمد الاثری

نظر ثانی
ذاکر حسین وراثت اللہ

Urdu
اردو

من مقاصد الحج

إعداد

مركز أصول

ترجمه

قطب محمد الاثري

URDU

اردو

ح المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالربوة، ١٤٤١هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

مركز أصول للمحتوى الدعوي

من مقاصد الحج- اللغة الأردية . / مركز أصول للمحتوى الدعوي. - الرياض، ١٤٤١هـ

٧٦ ص، ١٢ سم x ١٦,٥ سم

ردمك : ٩٧٨-٦٠٣-٨٢٩٧-٣٢-٢

١- الحج أ. العنوان

ديوي ٢٥٢,٥ ١٤٤١/٥٩٧٠

رقم الايداع: ١٤٤١/٥٩٧٠

ردمك : ٩٧٨-٦٠٣-٨٢٩٧-٣٢-٢

أُعد هذا الكتاب وصمّم من قبل مركز أصول، وجميع الصور المستخدمة في التصميم يملك المركز حقوقها، وإن مركز أصول يتيح لكل مسلم طباعة الكتاب ونشره بأي وسيلة، بشرط الالتزام بالإشارة إلى المصدر، وعدم التغيير في النص، وفي حالة الطباعة يوصي المركز بالالتزام بمعاييره في جودة الطباعة.

+966 11 445 4900

+966 11 497 0126

P.O.BOX 29465 Riyadh 11457

osoul@rabwah.sa

www.osoulcenter.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الأمين، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. أما بعد:

میرے مسلمان حاجی بھائی!

سارے جہان کے رب کے لئے سر تسلیم خم کرنے کا کیا خوبصورت مقام ہے، اور یہی تو مومن کی علامت و پہچان ہے، تسلیم ورضا کے مقام پر جب مقام علم و معرفت بندے کے یہاں بڑھ جاتا ہے تو رب العالمین سے اس کی قربت میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے، تو اے ہمارے پرورد گار! تو ہمارے علم و عمل صالح اور تسلیم ورضا کو دوبالا کردے، اور اے ودود (نیک بندوں کو دوست رکھنے والا)! تو اپنی رحمت سے ہمارے اعمال قبول فرمالے، بیشک تو نہایت کریم اور بڑا بے نیاز ہے۔

محترم بھائی! یہ بڑی اچھی بات ہے کہ آپ حج کے اعمال ادا کررہے ہیں گرچہ آپ یہ نہیں جانتے کہ آپ اسے کیوں کررہے ہیں، لیکن آپ کا اتنا جاننا کہ یہ اللہ عزوجل کی عبادت ہے آپ کے لئے کافی ہے، اور رب العالمین کے روبرو سر تسلیم خم کرنے اور بندگی کے

لیے یہی مطلوب و مقتضی ہے۔ اس سے بھی یہ بات اور پیاری ہے کہ جب آپ اپنے رب سے الحاح و التجاء کریں کہ اے رب تو ہمارے علم میں اضافہ فرمادے تو وہ آپ کی دعا سن کر آپ کے لیے علم کے دروازوں کو کھول دے، اور آپ حج کے بعض اعمال کی حکمت سے روشناس ہوجائیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَٱلَّذِينَ جَٰهَدُواْ فِينَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَاۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ﴾

[العنكبوت: ٦٩]

"اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہ ضرور دکھادیں گے، یقینا اللہ نیکوکاروں کا ساتھی ہے۔"

اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی کہ ہمیں یہ پتہ چل جائے کہ مکہ بغیر کھیتی باڑی والی وادی میں کیوں آباد ہوا ، اور کھیتی باڑی والی، جنگلوں اور ندیوں والی وادی میں کیوں نہیں بنی کہ حج و عمرہ کرنے والے لوگ اللہ کی اس محبوب ترین علاقہ میں خوب آرام و آسائش کے ساتھ رہتے۔

اور نبی کریم ﷺ کی خصوصیت میں سے یہ کیوں تھی کہ آپ کے دونوں پیر اور جسم مبارک نے الوداعی حج کے موقعہ پر عرفات کی زمین کو چھوا تک نہیں؟

اور طواف کی جگہ (مطاف) میں نیز (جمرات پر) پتھر مارتے وقت سخت بھیڑ بھاڑ کی شکل میں مرد و عورتیں آپس میں کیوں مل جاتے ہیں؟ حالانکہ تمام عبادتوں میں حکمت والے شرعی نظام میں ایسا کچھ نہیں ہے، اور اللہ تعالی لوگوں پر وسعت پیدا کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے؟

اور جب ہم عرفات سے واپس آتے ہیں تو میدان مزدلفہ میں ہمارے لیے رات گذارنا کیوں ضروری ہے، جب کہ منی ہم سے کافی قریب ہے۔ اور ہم وہاں کیوں رات بھر سوتے اور محظوظ ہوتے ہیں؟

ان کے علاوہ حج وعمرہ کے اعمال میں اور بھی بڑی بڑی حکمتیں پنہاں ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ حج کے جملہ اعمال بڑی بڑی حکمتوں سے پر، اور باریک مقاصد سے لبریز ہیں، کچھ تو اس کی معرفت سے آشنا وآگاہ ہوئے اور کچھ اس سے ناواقف ہی رہے۔

ان مختصر سطروں میں اللہ عزوجل سے مدد چاہتے ہوئے اور اس کی مدد کے طلب گار بن کر میں نے یہی جدوجہد کی ہے کہ ذہنوں کو اس کی جانب راغب بنادوں اور اس کی طرف بندوں کی توجہ وآگہی کو موڑدوں، ہم پر امید ہیں کہ ہمارا رب ہمیں معاف فرمائے گا اور ہم پر اپنی شفقت ومہربانی فرماکر صراط مستقیم کی طرف ہماری رہنمائی فرمائے گا۔

واضح رہے کہ ان چند سطور میں میرا مقصد ومقصود فقہی احکام نہیں ہیں، علماء فقہ نے احکام کی کتابوں میں ان موضوعات پر شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے، بلکہ میرے نشانے پر وہ چند بڑے مقاصد ہیں جو عموما بہت سے حجاج کرام کی نگاہوں سے اوجھل ہیں بلکہ حج کے موضوع قلم طرازی کرنے والوں کی نظر سے بھی دور ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ». (رواه أبو داود برقم (٣٦٦٠) وصححه الألباني).

"بہت سے حاملین فقہ ایسے ہیں جو فقہ کو اپنے سے زیادہ فقہ و بصیرت والے کو پہنچادیتے ہیں۔"

اور میں نے کچھ لوگوں سے ان مقاصد کے بارے میں مشورہ بھی لیا جو اسے مجھ سے بہتر واضح اور شامل وکامل شکل میں پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ یاد رہے اس میں جو بھی صحیح ودرست بات ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے اور جو کچھ خطا ہے وہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔

کامل حج کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَتِمُّواْ ٱلۡحَجَّ وَٱلۡعُمۡرَةَ لِلَّهِۚ﴾ [البقرة: ١٩٦]

"اللہ کے لیے حج و عمرہ کامل کرو۔"

حج کامل کی تین قسمیں ہیں:

١ وقت کے لحاظ سے کامل حج

٢ مقام وجگہ کے لحاظ سے کامل حج

٣ کیفیت کے لحاظ سے کامل حج

وقت کے لحاظ سے حج کامل:

وقت کے لحاظ سے کامل حج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے لیے جو وقت متعین کیا ہے اسی میں اس کی ادائیگی ہو، اور ہم اسے آگے پیچھے نہ کریں۔

حج میں جملہ عبادتیں ایک محدود وقت میں متعین کی گئی ہیں، اور انہیں

مخصوص اوقات میں ہی اس کے مقاصد کا حصول ممکن ہے، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کے متعین کردہ وقت میں جس نے تساہلی کی تو یقینا اس نے ان مقاصد کی تکمیل میں کوتاہی و بے اعتنائی کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَلۡحَجُّ أَشۡهُرٞ مَّعۡلُومَٰتٞۚ﴾ [البقرة: ١٩٧]

"حج کے متعین مہینے ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے :

﴿وَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ فِيٓ أَيَّامٖ مَّعۡدُودَٰتٖۚ﴾ [البقرة: ٢٠٣]

"کچھ گنے چنے دنوں میں اللہ کا ذکر کرو۔"

اسی وجہ سے بطور مثال ہم یہ کہتے ہیں : عجلت کے باعث جس نے مزدلفہ میں رات نہیں گذاری یا آدھی رات سے پہلے پہلے وہاں سے نکل پڑا، یا اسی طرح سے جس نے بارہ تاریخ کو سورج کے زوال سے پہلے رمی (پتھر مارا) کیا، یقین جانئے ایسا کرنے سے مقاصد حج کی خلاف ورزی یا اس میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

مقام و جگہ کے لحاظ سے کامل حج:

اس کا مقصود یہ ہے کہ حج میں کی جانے والی تمام عبادتیں اللہ کی چاہت کے مطابق انہیں جگہوں میں ادا کی جائیں جن کی تعیین اللہ

تعالیٰ نے خود کی ہے، اس وجہ سے کہ ہر جگہ کے اپنے الگ الگ مقاصد ہیں جن کی تکمیل اسی صورت میں ممکن ہے۔ لہذا جنہوں نے ان جگہوں میں عبادت کی ادائیگی میں کوتاہی برتی تو یقینا انہوں نے اس عبادت کے مقاصد کی تکمیل میں اپنے آپ کو دور کرلیا۔

اسے ہم کچھ اس طرح سمجھیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی چاہت ہے کہ ہم سب میدان عرفات میں وقوف کریں، اور اس کے متعین کردہ حدود کے باہر وقوف نہ کریں، ایسے ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی چاہت یہ ہے کہ ہم میدان مزدلفہ میں کامل رات یا اس کا بیشتر حصہ گذاریں، اور میدان مزدلفہ کے حدود سے باہر نہ نکلیں، اور ایسے ہی اللہ کی چاہت ہے کہ ہم مخصوص راتیں منی میں گذاریں اور کی اس کی حد یں پار نہ کریں (اس سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں جیسے زیادہ بھیڑبھاڑ) جگہ کے لحاظ سے کامل حج کا یہی مطلب ہے۔

حجاج کی بڑی تعداد کی شمولیت کے باعث ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ میں بعض عبادتوں کی بجاآوری تنگی کا سبب بنتی ہیں، جیسے (رمی حجر) پتھر مارنا، طواف کرنا، حجر اسود کو بوسہ دینا، لیکن بھیڑ اور ازدحام سے چھٹکارے کے لیے نہ تو ان عبادتوں کو چند مہینے یا چند ہفتے کی وسعت کی جاسکتی ہے، اور نہ ہی ان جگہوں میں توسیع کی جاسکتی ہے،

اور نہ ہی سال بھر حجاج کے اعدادوشمار کے لحاظ سے مناسب اضافہ کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی عدد گھٹانے کی خاطر عورتوں کو نظر انداز کرکے صرف مردوں پر اکتفا کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی اسے استحبابی فعل قرار دیا جاسکتا ہے، بلکہ تمام حجاج مردوعورت کا اسی تنگ جگہ اور تنگ وقت میں حج کے اعمال بجالانا مطلوب ومقصود ہے، بھیڑ بھاڑ اور شدید اختلاط کے ان احکام سے جو نتیجے برآمد ہوتے ہیں وہ خوب جاننے والے، حکمت والے اللہ سے مخفی نہیں ہیں، اور یہ سب کچھ عظیم حکمت کے پیش نظر ہیں جو اللہ حکیم و خبیر کی چاہت کے عین مطابق ہیں۔

کیفیت کے لحاظ سے کامل حج:

اس ضمن میں احکام کی تین قسموں کی وضاحت

١ حج کے مقاصد

٢ حج کے فقہی احکام

٣ حج کی حاصل شدہ مصلحتیں

ان تمام کی تفاصیل کے بارے میں یہ عرض ہے:

پہلی قسم: مقاصد حج کی تفصیلی وضاحت بعد میں آئے گی ان شاء اللہ۔

دوسری قسم: فقہی احکام -مثلا واجب و مستحب، مباح ومکروہ و محرم- تو اس سلسلے میں علمائے فقہ نے سیر حاصل گفتگو کی ہے، اور لوگوں نے اس سے متعلق خوب سوالات بھی کرچکے ہیں پھر دوبارہ اس کی ضرورت محسوس نہیں کی جارہی ہے۔

تیسری قسم: یہی وہ مصالح مرسلہ ہیں جو حج کو کماحقہ ادا کرنے پر مدد فراہم کرتے ہیں جیسے ٹرافک اور آمدورفت کے نظام، صفائی، رہائش اور دیگر زادِراہ کے تقاضے۔

جب لوگ ان ضابطوں کا خیال نہیں کرتے تو یہ بڑی پریشانیوں کے پیش خیمے بن جاتے ہیں جس کے نتیجے میں لوگ صحیح وقت پر مشاعر مقدسہ نہیں پہنچ پاتے یا بسا اوقات کافی دقتوں کے بعد وہاں پہنچ تو ضرور جاتے ہیں لیکن ان کی عبادتوں میں کافی خلل واقع ہوجاتا ہے۔ لوگ اگر ان مصالح کی بھرپور رعایت کرلیں اور بڑھ چڑھ کر تعاون کریں تو سہولت وآسانی کے ساتھ عبادت کی ادائیگی میں ان کو بڑی مدد ملے گی۔

سوال یہ ہے کہ ان تینوں اقسام کے کمال کو ہم کیسے ثابت کریں جس کا مطالبہ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہم سے قرآن کریم کی اس آیت میں کررہا ہے:

﴿ وَأَتِمُّواْ ٱلْحَجَّ وَٱلْعُمْرَةَ لِلَّهِۚ ﴾ [البقرة: ١٩٦]

"اللہ کے لیے حج و عمرہ کامل کرو۔"

جوابا عرض ہے:

پہلی بات ہے کہ ان تینوں قسموں کو سیکھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیئے اور ان کے حقائق سے واقف ہونا چاہیئے، کیوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہم سب سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ جب ہم جدوجہد کریں گے تو وہ ہمیں اپنی ہر پسندیدہ اور محبوب راہوں کی ہدایت فرمادے گا، جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴾

[العنکبوت: ٦٩]

"اور جو لوگ میری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے، یقینا اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا ساتھی ہے۔"

جدوجہد کی صورت یہ ہے ہم اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دعا والتجا کریں کہ وہ ہمیں ان مقاصد کی فہم اور جس انداز میں وہ اسے پسند فرماتا ہے اسی انداز میں اسکی بجا آوری کی توفیق سے مالامال کرے، اور یوں کہے:

﴿ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾ [طه: ١١٤]

"اے ہمارے رب! ہمارے علم میں اضافہ فرمادے۔"

اور اسی طرح قرآن وحدیث میں وارد نصوص جو اس کی وضاحت کرتے ہیں ان کے بارے میں خوب دیر تک غوروفکر میں محو رہنا۔

اور اسی طرح علماء کرام سے ان کی معرفت حاصل کرنا، اس موضوع سے متعلق کتابوں کا بغور مطالعہ کرنا، اور اس موضوع پر منعقد ہونے والی علمی مجالس میں شرکت کرنا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسے کامل صورت میں ثابت کرنے کی سعی کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَٱتَّبِعُوٓاْ أَحۡسَنَ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُم ﴾ [الزمر:٥٥]

"اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔"

اللہ کا یہ حکم تمام عبادتوں کو شامل ہے، کوتاہی، تفریط، راحت وچین کی تلاش، اور سستی وکاہلی میں نفس کی پیروی کے ذریعہ ہم جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کریں گے، کیوں کہ دنیا دارالعمل اور گذر گاہ ہے، اور جنت دارالجزاء اور دارالقرار ہے، اور اس کا حصول اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق کے بغیر ناممکن ہے، اس لئے ہمیں پوری عاجزی کے ساتھ اپنے رب سے یہ التجا کرنی چاہیئے کہ وہ اپنی پسند اور رضا کے عمل میں توفیق سے نوازے۔

تیسری بات یہ ہے کہ عذر شرعی -جیسے لاعلمی اور بھول چوک وغیرہ- کی وجہ سے جن امور کی کما حقہ ادائیگی میں ہم عاجز وبے بس تھے اس پر

ہمیں غم زدہ ہونا چاہیے، اور کثرت سے دعائے استغفار کرنی چاہیے، اور ساتھ ہی اس کی قبولیت کے لئے اللہ سے التجاء و درخواست کرنی چاہیے، عین ممکن ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے کرم واحسان اور جودو سخا سے کامل شکل میں ادا کرنے میں جو کمیاں رہ گی ہیں وہ اپنی طرف سے نوازدے، اور جب ہم حج سے واپس ہوں تو قبولیت حج اور اسے کما حقہ ادا کرنے کی امیدیں وابسطہ رکھنے کے درمیان اور عمل کے عدم قبولیت یا اس میں کمی وکوتاہی کے وقوع کے اندیشے و خوف کے درمیان رہیں۔

اب پہلی قسم صفت وکیفیت کے اعتبار سے کامل حج کرنے کا آغاز ان آنے والے چند سطور میں کررہا ہوں یعنی حج کے مقاصد کی معرفت اور انہیں بروئے کار لانا۔

حج کے مقاصد سے مراد: وہ فوائد اور عظیم حکمتیں جن کی خاطر اعمال حج مشروع کئے گئے ہیں۔

حج کا سب سے عظیم مقصد: اللہ عزوجل کے لئے بندگی کو ثابت کرنا یعنی عبادت صرف اللہ ہی کی کی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ﴾

[آل عمران:٩٧]

"اللہ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پاسکتے ہیں اس گھر کا حج فرض کردیا ہے۔"

یہی وہ عظیم مقصد ہے جس کی جانکاری ہر حج کرنے والے کے لیے ضروری ہے اور اس سے لاعلمی وناواقفیت کا عذر کسی کے حق میں بھی قابل قبول نہیں ہے۔

اللہ عزوجل کی عبادت وبندگی کو عملی جامہ پہنانے کا سب سے بڑا مقصد اس وقت تک پائے تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا جب تک ان عظیم مقاصد کو حاصل نہ کرلیا جائے جس کے لیے اس مقصد کو بنایا گیا ہے، جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت وعظمت اور اس سے امیدیں (رجاء) اور خوف، اور اسی پر بھروسہ اور اسی کی طرف انابت و رجوع وغیرہ۔

یہی وہ چند مقاصد ہیں جن کی خاطر اعمال حج کو مشروع قرار دیا گیا ہے، اور لوگوں کے لیے اس کا سیکھنا و سمجھنا اور اس کی معرفت کے حصول اور عملی جامہ پہنانے میں انتھک کوشش کرنا دینی حصہ قرار دیا گیا ہے، اور اس سلسلے میں لوگ ایک دوسرے سے جداگانہ درجہ رکھتے ہیں۔ یہ بیان کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہر حاجی پر ان مقاصد کے جملہ تفاصیل سے آگاہ ہونا واجب ہے، لیکن جو جس قدر ان مقاصد کو عملی جامہ پہنائے گا اسی مقدار میں اسے اجر اور اللہ کے پاس اسے

مقام ومرتبہ حاصل ہو گا۔ اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ان مقاصد کے حسب معرفت اجروثواب میں حجاج کے درجات ایک دوسرے سے جدا جدا ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴾ [الزمر: ۹]

"بتاؤ! کیا علم والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں، یقینا نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔"

یہاں ہماری چاہت یہ ہے کہ حج کے مقاصد کے گرد ہم ایک پرسکون قافلہ کی شکل میں چکر لگاتے ہوئے اس تعلق سے تامل وتدبر کریں گے، اللہ سے یہی امید ہے کہ وہ ہمارے ایمان، خودسپردگی اور عمل صالح میں اضافہ کرے گا، ساتھ ہی ہماری اس سے یہی التجا ہے کہ وہ ہمیں اخلاص توفیق، اور اپنی پسند وچاہت کے مطابق درست راہ سے ہمکنار کردے، اور

﴿رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ [طه: ١١٤]

"اے ہمارے رب! ہمارے علم میں اضافہ فرمادے۔"

ابھی ابھی یہ بات گذری ہے کہ حج کا عظیم مقصد اللہ کے لیے عبادت

وبندگی کو عملی جامہ پہنانا ہے، اور اس مقصد کے دیگر وجود میں آنے والے عظیم مقاصد ہیں، اور ہر مقصد کا تعلق حج کے مقاصد سے ہی ہیں تو پھر یہ مقاصد کیا ہیں؟

اور یہیں یہ ایک اہم سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اعمال حج ان مقاصد کو کیسے ثابت کریں گے؟ اللہ کی مدد چاہتے ہوئے انہیں امور کی وضاحت میں میری پوری جدوجہد ہوگی۔

پہلا مقصد

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کو ثابت کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴾ [التوبة:٢٤]

"آپ کہہ دیجیئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں، تمہارے کنبے قبیلے، اور تمہارے کمائے ہوئے مال، اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو، اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو (اگر یہ ساری چیزیں) تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے، اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم (سے عذاب کے آنے) کا انتظار کرو، اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

آپ خود سوچیں کہ جب تک آپ اپنی زندگی کی تمام محبوب چیزیں

خیر باد نہیں کرتے اس وقت تک آپ حج کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے، اور نہ ہی آپ حج کی سعادتوں سے بہرہ مند ہوسکتے جب تک کہ آپ اپنا وہ محبوب وطن جہاں آپ بڑھے پلے ہیں اسے چھوڑ نہیں دیتے، اور اسی طرح آپ اپنی مشفق و نرم دل بیوی، پھولوں جیسے بچے، آرام دہ مکان، وہ بستی جس میں آپ نشو نماپائے، نوکری، کھیتی باڑیاں، پسندیدہ کار موٹر اور اپنے کنبہ وقبیلہ کو چھوڑے بغیر حج کا حصول ممکن نہیں۔

آپ اپنی ان تمام محبوب ترین چیزوں کو چھوڑ کر ان سے جدا اور الگ ہوجاتے ہیں، حالانکہ آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کی طرف آپ کی دوبارہ واپسی بھی ہوگی یا نہیں، اور جس وقت آپ اپنے ان پسندیدہ چیزوں کو خیر باد کہتے ہیں تو اس وقت نہ تو سر سبز وشاداب وادیوں، ہر بھرے جنگلات، مناسب آب وہوا، کشادہ جگہ کی طرف آپ رخ کررہے ہیں بلکہ کے بر عکس وادی بے آب وگیاہ، شدید گرمی، نہایت بھیڑ بھاڑ سے آپ کا سامنا ہے۔ اور جب آپ وہاں پہنچ جائیں اور آپ کے ساتھ آپ کی کچھ اور محبوب چیزیں ہیں تو انھیں صرف اللہ کی محبت کے خاطر اور اسے عملی جامہ پہنانے کے ناتے اس کا چھوڑ دینا ہی آپ سے مطلوب و مقصود ہے۔

اور اگر آپ کے ہمراہ آپ کی چہیتی بیوی، عمدہ پوشاک، نفیس خوشبو ہوتو یہ بھی صرف احرام (حج کی نیت) کی وجہ سے آپ کی یہ تمام محبوب ترین چیزیں آپ پر حرام ہوجاتی ہیں۔

بلکہ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ میں آپ کی بہت سی محبوب چیزیں ہیں انہیں بھی آپ کو خیر باد کہنا پڑتا ہے جیسے مسجد حرام، کعبہ شریف، حجر اسود، مقام ابراہیم، بئر زمزم اور خود سرزمین حرم (انہیں چھوڑ کر آپ منی ومزدلفہ وعرفات کے میدانوں میں سوئیں)۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن جو مقصد سمجھ میں آرہا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ بندے کا امتحان اور اس کی آزمائش ہے کہ اگر تمام محبوب چیزوں سے حتی کہ سرزمین حرم سے بھی اللہ تعالی زیادہ محبوب ہے تو اس کے حکم کی بجا آوری اور اس کے سامنے خود سپردگی کرتے ہوئے ان تمام چیزوں کی پرواہ کئے بغیر اس کی طرف نکل پڑنا چاہئے، اور حج کے سب سے عظیم دن میدان عرفات کی طرف روانگی ہے جو حدود حرم سے باہر ہے، بایں طور کہ میدان عرفات کی سرزمین تو تمام محبوب سے خالی ہے، لہذا وہاں تو محبوب صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نزدیک تمام محبوبوں سے محبوب تر ہے، اور یہ قولی و عملی ہر اعتبار سے صدق و صفا اور اللہ کے لیے اخلاص محبت کی بنا پر ہے۔

سوال: کیا یہ بات صحیح حوالوں سے ثابت ہے کہ نبی مکرم ﷺ کے قدم مبارک اور جسم اطہر سرزمین عرفات کو چھوئے ہیں؟

جن صحیح حوالوں میں نبی کریم ﷺ کے حج کی تفصیلات موجود ہیں ان میں چھان مارنے کے بعد مجھے کوئی ایسی دلیل یا اشارہ نہیں مل سکا جس سے یہ بات واضح ہوجائے کہ آپ ﷺ کے جسم شریف نے عرفات کی زمین کو چھوا ہو، بلکہ کچھ ایسے قرائن واشارے اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر کا عرفات کی زمین کو نہ چھونا ہی مقصود ومطلوب تھا، اور یہ کہ یہ حکم تعبدی تھا جو امتیوں کو چھوڑ کر صرف آپ کے لئے خاص تھا، اور ان قرائن میں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو عرفات کی جانب روانگی کے دوران کچھ ایسی چیزوں کا حکم فرمانا ہے جنہیں نہایت سنجیدگی اور غور فکر کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم فرمایا کہ میدان عرفات کے آغاز سے کچھ میٹر پہلے آپ ٹھہر جائیں، یعنی وادی عرنہ میں، اور آپ وہیں کھائیں، پیئیں اور آرام فرمائیں، اور میدان عرفات سے باہر ہی وضو وغیرہ فرمائیں۔

اور جب سورج زوال (مائل ہونے) کو آیا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب

کو یہ حکم فرمایا کہ آپ لوگ میدان عرفات میں ایک یا دو میٹر اندر داخل ہوجائیں، اور آپ ﷺ میدان عرفات سے ایک یا دو میٹر باہر ہی وقوف (ٹھہرے) فرمائے ہوئے تھے، اور وہیں سے آپ خطبہ دے رہے ہیں، جب آپ ﷺ خطبہ اور نماز سے فارغ ہوئے تو وہیں آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے، اور اونٹنی پر سواری کی حالت میں میدان عرفات میں داخل ہوئے، اور سورج غروب ہونے تک آپ اونٹنی پر ہی سوار رہے اور میدان عرفات میں آپ اپنی اونٹنی سے نیچے نہ اترے۔ انہیں حقائق کی صراحت بہت سے حوالوں میں موجود ہیں، یہ معلوم ہوا کہ سواری پر سوار ہونے کی حالت میں آپ میدان عرفات میں وقوف کئے، اور حجۃ الوداع کے اس موقعہ پر آپ کے دونوں قدم عرفات کی سرزمین کو نہیں چھوئے۔ یہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم تھا اور یہ آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص تھا۔ واللہ اعلم۔

سوال: حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کے قدم شریف نے عرفات کی زمین کو کیوں نہیں چھوا؟

قطعی طور پر یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر مومن کے نزدیک بڑے محبوب وچہیتے ہیں، اور ایسے ہی آپ ﷺ کے آثار ونشانات بھی انکے نزدیک بڑے محبوب ہیں، بلکہ کثرت سے لوگ اس

کی جستجو میں لگے رہتے ہیں، اسی وجہ سے اللہ نے یہی ارادہ کیا کہ میدان عرفات میں سوائے اس کے کسی بھی محبوب کا کوئی اثر قطعاً نہ ہو حتی کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے آثارونشانات بھی نہیں۔

اللہ ہی بہتر جانتا ہے، شاید اس میں یہی حکمت و راز پنہاں ہے کہ سرزمین عرفات میں اگر آپ ﷺ کے آثار ونشانات پائے جاتے تو عرفات کے عظیم ترین دن لوگ اللہ کی محبت سے بے پرواہ ہوکر ان جائے آثار سے چمٹ کر رہ جاتے ، اور اللہ سبحانہ وتعالی کی محبت سے ہٹ کر ان کے دل بندے کی محبت کی طرف پھر جاتے۔

☆ اور ایسا کیوں نہیں! ہمیں یہ خوب اچھی طرح معلوم ہے کی صالحین کی محبت اور انکے آثار میں غلو و حد سے تجاوز ہی بشریت کی گمراہی کے اہم و بڑے اسباب ہیں۔

☆ کیااس روئے زمین پر نوح علیہ السلام کے زمانے میں صالحین کی محبت اور ان کے آثار میں غلو کی وجہ سے پہلا شرک واقع نہیں ہوا؟

☆ عیسی علیہ السلام کی محبت میں غلو کی وجہ سے کیا نصاریٰ گمراہ نہیں ہوئے؟

☆ علی و حسین رضی اللہ عنہما کی محبت میں غلو کی وجہ سے کیا رافضہ گمراہی کے شکار نہ ہوئے؟

☆ کیا جیلانی وغیرہ کی محبت میں غلو کے سبب بعض صوفیاء بے راہ روی کے شکار نہ ہوئے؟

ان لوگوں نے صالحین سے ایسی محبت جو اللہ سے انکی محبت کے مشابہ ہوگئی، اسی میں یہ لوگ ہلاکت وبربادی سے دوچار ہوئے۔

میدان عرفات میں حجاج کرام سے اسی چاہت کا اظہار ہے کہ اب ان کے سامنے کسی بھی محبوب کی محبت کا کوئی اثر باقی نہ رہ جائے کہ جس سے ان کے دل اللہ تعالی سے ہٹ کر ان کی طرف ادنی التفات بھی کر سکے۔

اور کبھی کبھی انسان کی اس کے رب کی محبت میں اس کی آزمائش ہوتی ہے، بایں طور کہ اس کی شدید ضرورت کے وقت اس کی محبوب چیز اسے حاصل ہوجاتی ہے، لیکن امتحان وآزمائش کی خاطر اللہ اسے اس سے روک دیتا ہے اور اس پر حرام قرار دے دیتا ہے۔ پس دیکھنا ہے کہ اللہ اسے محبوب ہیں یا اسکی ضرورت۔

ہاں دیکھیں یہی وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں کہ جب وہ اپنے بھوک اور فقر کے زمانے میں حج کا احرام باندھتے (کی نیت کرتے) ہیں اسی وقت اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ اے محبوب شکار تو ان سے قریب ہوجا حالانکہ یہ تیری عادت نہیں، اور پھر وہ ابتلاء و آزمائش بن کر ان کے ہاتھوں میں اور ان کے نیزوں کے سامنے آگئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَيَبۡلُوَنَّكُمُ ٱللَّهُ بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلصَّيۡدِ تَنَالُهُۥٓ أَيۡدِيكُمۡ وَرِمَاحُكُمۡ لِيَعۡلَمَ ٱللَّهُ مَن يَخَافُهُۥ بِٱلۡغَيۡبِۚ فَمَنِ ٱعۡتَدَىٰ بَعۡدَ ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ أَلِيمٞ ﴾ [المائدة: ٩٤]

'‹اے مومنو! اللہ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا، جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے، تاکہ اللہ معلوم کرلے کہ کون شخص ان سے بن دیکھے ڈرتا ہے، سوجو شخص اس کے بعد حد سے نکلے گا اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔››

توحید محبت الٰہی کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کتنا عظیم الشان عملی جامہ پہنایا، اپنی شدید ضرورتوں کے ہوتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبارت کی خاطر شکار کو ترک کردیا جب کہ اللہ کے علاوہ نہ تو کوئی ان کا نگہبان تھا اور نہ ہی کوئی محاسبہ کرنے والا تھا۔

طواف اور رمی الجمرات کے وقت محبت کا امتحان کچھ اور ہی سخت ہوتا ہے، اس حیثیت سے کہ بنیادی طور پر جو حلال پسندیدہ چیزیں ہیں -جیسے بیوی، خوشبو، شکار وغیرہ- تو ان سے وہ اپنے آپ کو الگ کرلیتا ہے، وہیں جو حرام پسندیدہ چیزیں ہیں ان کی آزمائش شروع ہوجاتی ہیں، اور وہ آزمائش غیر محرم مردوں کا عورتوں سے اور عورتوں کا مردوں سے بھیڑ کے موقعہ پر ملنا جلنا ہے۔

اس بنا پر یہ ممکن ہے کہ جمرات کا کچھ حصہ مردوں اور اس کا کچھ حصہ

خواتین کے لئے مختص ہوجائے، یا طواف اور رمی جمرات کو ایک دن مردوں اور ایک دن عورتوں کے لئے کر دیا جائے یا مردوں کی بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے طواف اور رمی سے عورتوں کی چھٹی ہی کردی جائے۔ یا بھیڑ بھاڑ سے بچنے کی خاطر چھوٹے ٹیلے کے بجائے بڑے پہاڑ کی طرف رمی کو پھیر دیا جائے۔ اللہ خوب جانتا ہے لیکن شریعت نے طواف ورمی کے احکامات کو اسی متعین شکل میں ہی بیان کیا ہے حالانکہ بسا اوقات تنگ جگہوں میں بھیڑ بھاڑ مردوں سے عورتوں کو بالکل ملا دیتا ہے، تاکہ امتحان وآزمائش اپنے کمال کو پہنچ جائے۔۔۔ کہ اب تمہیں اللہ محبوب ہے یاعورتیں؟

آپ سچے مومن کو پائیں گے جن کے دل حب الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، شدید بھیڑ بھاڑ کے ہوتے ہوئے بشری نگہداشت کے بغیر وہ حسب استطاعت ورع وتقوی اختیار کرتا ہے اور اپنے کو بچانے کی پوری کوشش کرتا ہے، صرف اس چیز کے لیے ہی نہیں کہ خصوصی طورپر تمام چیزوں کو چھوڑ کر اللہ ہی ان کے نزدیک سب سے محبوب ہے بلکہ وہ تو یہ بھی یاد کرتا ہے کہ جب تک مقام جمرات پر ابراہیم علیہ السلام کی اپنے فرزند اسماعیل کے تعلق سے آزمائش نہیں ہوئی اس وقت تک آپ خلیل بننے کے مقام و مرتبہ سے مشرف نہ ہوئے۔

سالہا سال بے اولادی کی آزمائش، پھر اولاد سے نوازے جانے کے بعد

بیوی وبچے کو ایک سنگ لاخ وادی میں چھوڑ کر شام کوچ کرجانے کی آزمائش، اور سخت امتحان اور ان کے دوبارہ واپس آنے کا حکم، پھر اپنے اکلوتے بیٹے سے مل کر خوش ہونے کے بعد اس کے ذبح کرنے کا حکم، اس حکم کی تعمیل کی خاطر بچے کو اپنے ہمراہ جمرات لے جانا، اتنے میں شیطان کی آمد اور تین بار اللہ کے اس تعمیل سے روکنے کی خاطر ابراہیم علیہ السلام کے دلوں میں گوناگوں وسوسہ پیدا کرنا، اب ابراہیم علیہ السلام کے پاس اس کے سوا کچھ نہ بچا تھا کہ پتھر سے مار کر ایک فیصلہ کن جواب دیتے، اور اس کی تردید کرتے کہ اللہ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر یعنی اللہ ہی سب سے بڑا و معظم ہے۔

سوال: مکہ ایک کھیتی باڑی اور سرسبز وادی کیوں نہیں؟

اگر حج ایک سر سبز وشاداب ، ندیوں والی وادی میں ہوتا تو بعض حاجیوں کی نیت میں یہ آمیزش ہوجاتی (اللہ ہی بہتر جانتا ہے) کہ کیا حج سے ان لوگوں کا خالص عبادت مقصود ہے یا ندیاں، شادابیاں، پرکیف آب و ہوا؟

یہاں ایک دوسری حکمت بھی ملحوظ خاطر ہو (اللہ خوب جانتا ہے) کہ اگر مکہ میں یہ دونوں خوبیاں جمع ہوجاتیں:

پہلی: دل کھینچ کر اس پر قربان ہوجاتے

دوسری: شادابیوں اور نہروں والا ہوتا تو لوگوں کی کثرت کا یہ عالم ہوتا کہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے، اور غیروں کو موقعہ بھی نہ دیتے۔
یہ تو محض اللہ کی رحمت ہے کہ دل اس کی طرف محبت میں کھنچے جارہے ہیں، اور جب آتے ہیں تو یہاں سنگ لاخ وادی پاتے ہیں، مشقت جدا نہیں ہوتی، اور یوں ہی عبادتیں پائے تکمیل کو پہنچتی ہیں، پھر الوداع کہہ کر دوسروں کے لئے میدان چھوڑ دیا جاتا ہے۔
توحید محبت کو عملی شکل دینے والی گفتگو کے اخیر میں میں یہ عرض کرتا ہوں:
اللہ تعالیٰ سرے سے اس بات کو قبول ہی نہیں فرماتا کہ کسی محبوب کی محبت بندے کے دل میں اس کی محبت کے برابر ہو، چہ جائیکہ اللہ کی محبت پر کسی مخلوق کی محبت اس سے بڑھ کر ہو۔
ہاں! یہی ہے توحید محبت کا اصل مفہوم۔۔۔
جب اس مقصد عظیم کو آپ حاصل کرلیں تو کثرت سے اس مقصد کی بجاآوری کے لیے دعا فرمائیں، اور اس مقصد کے لئے جو ضروری لوازمات اور مقصد کی رسائی کے جو موانع ہیں ان کے لیے بھی دعا کریں، اگر آپ کی دعا قبول ہوگئی تو پھر آپ کے لیے مبارکبادی ہی مبارکبادی ہے۔۔۔

دوسرا مقصد
اللہ عزوجل کی عظمت ثابت کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَـٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ ﴾ [الحج: ٣٢]

"یہ سن لیا اب اور سنو: اللہ کی نشانیوں کی جو عزت وحرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے۔"

شعائر اور مشعر کہتے ہیں جو اللہ کی عظمت اور اس کی بے نیازی، بندے کی خاکساری اور اس کی محتاجی کا شعور بیدار کرے۔ اور سرزمین مزدلفہ میں اس کی ضوفشانیاں بڑی وضاحت کے ساتھ دیکھنے کو ملتی ہیں، اس اللہ کی ذات پاک ہے جس نے اپنی عظمت کے خاطر ہزاروں گردنوں کو سرنگوں کیا۔

جو شخص منیٰ و عرفات میں حجاج کی حالات کا ایک پہلو سے موازنہ ومقارنہ کرے گا اور دوسرے پہلو سے مزدلفہ میں ان کی صورت حال کا موازنہ کرے گا تو وہ دونوں کے درمیان بڑا دقیق و باریک

فرق محسوس کرے گا۔ اور وہ کچھ اس طرح کہ منی وعرفات میں حجاج کرام کے درمیان بڑی واضح شکل میں مالداری و غریبی کے مختلف وجداگانہ طبقات نظر آئیں گے۔ اور بالخصوص خیموں، کھانوں، اور سواریوں کی الگ الگ نوعیت واضح ہوگی۔

وہیں آپ منی و عرفات میں غریبوں اور فقیروں کو دیکھیں گے کہ وہ سڑک کے کنارے اپنے سامانوں کو سمیٹے بیٹھے ہوئے ہیں، اور دوسری جانب مالدار و غنی حضرات پر کشش خیموں، ظاہری ٹھاٹ باٹ اور پر تلذذ سامانوں کے ساتھ قیام پذیر ہیں۔ بسا اوقات ان جگہوں پر خالق کی مالداری وبے نیازی سے ہٹ کر مخلوق کی مالداری کے ٹھاٹ باٹ میں حجاج کرام کے دل مشغول ہوجاتے ہیں، اور عظمت خالق سے ان کے دماغ ہٹ کر مخلوق کی عظمت و بڑائی میں گردش کرنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ بعض نادان دل وہاں یہ بھولنے لگتے ہیں کی آخر عظیم کون ہے؟

اللہ بخوبی واقف ہے، مزدلفہ کے احکام اسی لیے مشروع قرار دیئے گئے کہ حجاج کے درمیان عظمت ومالداری کی جتنی بھی امتیازی تفریقی حیثیتیں ہیں سب کو ڈھا دیاجائے، اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کی عظمت اور تنہا اس کی مالداری کے سوا میدان مزدلفہ میں کسی اور کی مالداری وعظمت کی ادنیٰ جھلک بھی باقی نہ رہ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ أَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ إِلَى ٱللَّهِ ۖ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلْغَنِيُّ ٱلْحَمِيدُ﴾

[فاطر: ۱۵]

"اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔"

اگر آپ مزدلفہ کے احکام پر غوروفکر کریں گے تو آپ اس نتیجے پر ضرور پہونچیں گے کہ اس کے احکام اسی انداز میں مشروع کئے گئے ہیں جو حجاج اور ان کے درمیان پائی جانے والی مالداری اور بڑکپن کی چمک دمک کو حائل بندی کی شکل عطا کرتا ہے۔

اس میدان میں صرف ایک رات کے وقوف کی خاطر ایسے خیموں کی قطعاً ضرورت نہیں جس کی چمک دمک لوگوں کے درمیان چھوٹے و بڑے کی تفریق کو اجاگر کرے، زینت کے پوشاک سے بالکل عاری ہوکر چند لمحوں کے وقوف کی خاطر ایسے سامانوں اور اٹیچیوں کی چنداں ضرورت نہیں جس سے انکی مالداری اور عظمت جھلکیں، اور یہ اس لئے کی میدان مزدلفہ میں سارے کے سارے ننگی زمین پر فقیروں اور محتاجوں کی طرح سوئیں، اور بلکہ آپ یہ بھی ملاحظہ کریں گے کہ پائخانہ کے سامنے لمبی لائنوں میں مالدار فقیر کے ساتھ، کالا گورے کے ساتھ لائن میں کھڑے ہیں، مالداری کے ٹھاٹ باٹ سے

کہیں دور فقر وضعف کا بھرپور مظاہرے کررہے ہیں، تاکہ سارے لوگوں کو اس کا پتہ چل سکے، اور ہر کوئی ان مناظر کا مزدلفہ میں بھرپور مشاہدہ کررہا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا مطلق عظمت کا عظیم کوئی نہیں۔

❁ ❁ ❁

تیسرا مقصد

اللہ عزوجل کے لئے «رجاء» وسعت رحمت کی امید کو ثابت کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ يَبۡتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلۡوَسِيلَةَ أَيُّهُمۡ أَقۡرَبُ وَيَرۡجُونَ رَحۡمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحۡذُورٗا ﴾

[الإسراء: ٥٧]

"جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہوجائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں (بات بھی یہی ہے) کہ تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے۔"

بلاشک اعمال حج کے قانون سازی کا طریقہ خیموں میں بالخصوص رہائش کے وقت بندوں میں امید کرنے والے اور جن سے امید کی جائے ان کے درمیان، مالدار وفقیر کے درمیان، کمزور اور وجیہ لوگوں

کے مابین، مالک اور نوکر کے درمیان اختلاط وقربت سے جوڑتا ہے، زندگی کی عام حالتوں میں اس جیسی مثالیں خال خال ملتی ہیں، اور یہ قربت زیادہ تر عرفات و مزدلفہ میں واضح انداز میں ملتی ہیں۔

عرفات و مزدلفہ ان دونوں مشاعر میں حجاج کرام کی حالتوں پر غور کرنے والے کو یہ واضح انداز میں محسوس ہوگا کہ سارے کے سارے مخلوق کی امیدوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے ایسی ذات سے امیدیں وابستہ کرنے کی خاطر متوجہ ہوجاتے ہیں جس کے خزانے لافانی اور جس کی نعمتیں بے شمار ہیں اور جس کو زمین و آسمان کے بیچ کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے۔

دست گریہ وزاری کو اس کی طرف ایک ہی شکل اور ایک ہی حالت میں اٹھائے ہوئے ہیں۔ مالدار ومحتاج، ڈاکٹر و مریض، سب کے سب اس کے روبرو اپنی انکساری، محتاجی کوتاہ دستی کا مظہر پیش کررہے ہیں۔ اور سب کے سب یہی اعتراف واقرار کررہے ہیں کہ اللہ وحدہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے جس سے وسعت رحمت کی امید رکھی جائے۔

اور یہی ہے رب العالمین کے لئے توحید رجاء کا اخلاص۔

چوتھا مقصد
اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے خوف کو ثابت کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴿٦٠﴾ أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ﴾ [المؤمنون: ٦٠-٦١]

"اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں، اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کررہے ہیں، اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں۔"

نصوص کے بارے میں غوروفکر کرنے والے اور واقعیت پر گہری نظر رکھنے والے اور تاریخ کھنگالنے والے شخص کو یہ معلوم ہے کہ مظہر خوف اور شعیرہ حج کے درمیان بہت مضبوط ربط ہے بلکہ یہ ربط حد تلازم کو پہنچا ہوا ہے۔

اور یہ تین چیزوں میں غور وخوض کے بعد بالکل واضح ہوجاتی ہے:

١ قرآن کریم ٢ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ٣ واقعیت

قرآن کی آیتوں میں غور وفکر:

پیارے حاجی بھائی! آپ سورۂ حج پڑھیں اور پھر غور کریں!

آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ انتہائی خوف ودہشت کی شکل میں اس سورت کا آغاز ہورہا ہے، بلکہ خوف کی شدید ترین صورت جو بشیریت سے ہوکر گذرتی ہے اس سے اس صورت کو شروع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمْۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ ٱلسَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٞ ١ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى ٱلنَّاسَ سُكَٰرَىٰ وَمَا هُم بِسُكَٰرَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ ٱللَّهِ شَدِيدٞ ﴾ [الحج: ۱-۲]

"لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھ لوگے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی، اور تمام حمل والیوں کے حمل گرجائیں گے، اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائیں دیں گے حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔"

یہ اس سورت کا آغاز ہے جو حج کے مقاصد پر گفتگو کررہی ہے۔

خیال کریں کیا یہاں حج اور خوف کے درمیان ربط ہے۔

آپ کو یہ پتہ چلے گا کہ نبی اکرم ﷺ نے حج کا نام جہاد بھی رکھا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں عورتوں سے فرمایا:

«عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لاَ قِتَالَ فِيهِ، الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ». [رواه أحمد وابن ماجه، وإسناده صحيح].

"ان پر ایسا جہاد ہے جس میں کوئی قتال نہیں (اور وہ) حج اور عمرہ ہے۔"

جہاد خوف کا ساتھی ہے یعنی اس سے جڑا ہوا ہے۔

آپ غور فرمائیں کی حدیبیہ کے سال رسول ﷺ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سرزمین حرم میں داخلہ کی کوشش کے دوران خوف کا کیسا منظر تھا۔

قریش مسلمانوں کے درپے آگئے اور انہیں عمرہ سے روک دیا، اور جنگ کے لئے لوگ برسر پیکار ہوگئے، اور درخت کے نیچے مسلمانوں نے جنگ کے لئے بیعت کرلی۔

پھر آئندہ سال عمرہ کی اجازت پر صلح ہوگئی، مسلمانوں نے یہ شرط بھی منوالی کہ احرام کے ساتھ ساتھ ان کی تلواریں بھی ہوں گی، کیوں کہ قریش کی بے وفائی کا خدشہ دامن گیر تھا، اس واقعہ سے صاف پتہ چلا کہ ان کا عمرہ خوف کے سایے میں تھا۔

واقعیت:

نبی کریم ﷺ کے عہد سے لے کر آج تک جو لوگ حج کے بارے میں غوروفکر کریں گے یہ اس بات سے یقینا روشناس ہوں گے کہ سال وصدیاں گذرنے کے باوجود خوف نے حج کا دامن اب تک نہیں چھوڑا۔

قریش کے خوف سے ابھی چھٹکارا ملا تھا کہ کچھ ہی مدت بعد امت کے لئے دوسری پریشانیاں شروع ہو گئیں، اور تیرہویں صدی تک مکہ مکرمہ کو آنے والے بیشتر راستوں پر ڈاکوؤں کی ٹولیاں سرگرم ہو گئیں اور معاملہ یہاں تک جا پہونچا کہ مکہ جانے والے کو گم شدہ اور وہاں سے واپس آنے والے کو نومولود تصور کیا جاتا۔

لٹیروں اور ڈاکوؤں کی پریشانیوں کے حل کے لئے جب لوگ برسر پیکار ہوئے اور اس خوف کا معاملہ حل ہوگیا تو خیموں میں آگ لگنے کا خوف کا نیا دور شروع ہوگیا اور پریشانیاں حج کے ساتھ سالہا سال دامن گیر رہیں، پھر لوگوں کی اس سمت کوششیں ہوئیں اور اس پر بھی قابو پالیا گیا۔

پھر ریلیوں، بم دھماکے، جمرات پر لوگوں کے دھکم پیل، سیلاب، برڈفلو (پرندوں میں متعدی بیماریاں) جیسی مشکلات درپیش ہوئیں،

آج تک لوگوں نے خوف کا ایک دروازہ بند کرنے کی جدوجہد کی، اس میں مکمل کامیابی ملی ہی نہیں کہ خوف کا دوسرا نیا دروازہ کھل گیا۔

آج بھی ایسے عازمین حج آپ کو ملیں گے جن کے دل حج کی نیت سے ہی اہل وعیال کے پاس واپسی تک خوف کے احساس سے بھرے ہوتے ہیں۔

آپ سوچیں کہ اگر حج وخوف کے درمیان تلازم ہے تو اس تلازم کی حکمت کیا ہے؟

اللہ ہی بخوبی جانتاہے، شاید اس کا مقصد اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے خوف کی عبادت کو زبانی دعوؤں سے اٹھاکر جوارح اور دل کے عملی شکل کی بلندیوں تک پہونچانا ہے؟

آپ خیال کریں ایسا کیوں کر؟

آپ کسی حاجی سے یہ پوچھیں کہ گذشتہ سالوں میں کسی خوفناک حادثے کے بارے میں آپ نے سناہے؟ اور کیا اس کی وجہ سے بہت سے لوگ موت کے گھاٹ اتر گئے؟ اور کیا اس سال حج میں خوف کے کچھ مختلف احتمالات کے بارے میں آپ نے سنا ہے؟ تو ان سوالوں کے جواب میں یقیناً وہ کہے گا: ضرور۔

پھر آپ اس سے عرض کریں کہ ان اندیشوں اور خوف کے ہوتے ہوئے آخر آپ کو یہاں کون سی چیز لے آئی؟

تو آپ کو یہی جواب ملے گا: ایسا شخص جو حج پر قدرت رکھنے کے باوجود حج میں نہ آئے اس کے حق میں اللہ کی وعید کا جو مجھے خوف لاحق ہے وہ ان تمام خوف اور اندیشوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔

اور حج کے عظیم مقاصد میں سے یہی وہ ایک مقصد ہے کہ اللہ رب العالمین کی خاطر توحید خوف کو ثابت کرکے اسے عملی جامہ پہنادیا جائے۔

پانچواں مقصد
اللہ عزوجل پر توکل کو ثابت کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَالَ مُوسَىٰ يَٰقَوۡمِ إِن كُنتُمۡ ءَامَنتُم بِٱللَّهِ فَعَلَيۡهِ تَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّسۡلِمِينَ ۝٨٤ فَقَالُواْ عَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلۡنَا رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةٗ لِّلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾ [يونس: ٨٤-٨٥]

"اور موسی (علیہ السلام) نے فرمایا: اے میری قوم! اگرتم اللہ پر ایمان رکھتے ہوتو اسی پر توکل کرو اگر تم مسلمان ہو۔ انہوں نے عرض کیا ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا، اے ہمارے پروردگار! ہم کو ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنا۔"

میرے مسلمان بھائی!

جب آپ اپنے ملک میں اور اپنے رشتہ داروں کے درمیان، اپنے پر امن وسکون گھر میں ہوں، اور بسا اوقات آپ کے پاس کارموٹر اور ایسے بینک بیلنس ہو جو مستقبل میں آپ کے اطمینان وسکون کے

ضامن ہو، تو یہ خیال رکھنا آسان نہ ہوگا کہ آپ اللہ پر واقعی توکل رکھتے ہیں یا ان دنیاوی اسباب پر؟

لیکن حج اس پر واضح ثبوت پیش کرتا ہے کہ ایک حاجی صرف اور صرف اللہ وحدہ پر ہی پورا بھروسہ وتوکل رکھتا ہے۔ اور یہ کیسے؟

جب آپ منی کے محل وقوع پر غور کریں گے کہ وہ تو ایک وادی میں ہے اور ساتھ ہی حجاج کے احوال پر تامل کریں گے کہ وہ تو اس وادی کے راستے کے کنارے کنارے واقع خیموں میں بڑے بھیڑ بھاڑ میں ہیں، پھر آپ ان سے یہ پوچھیں کہ آپ کے ان حالتوں میں کیا مختلف قسم کے حادثے رونما ہونے کے توقعات نہیں ہیں؟ اللہ ایسا نہ کرے، اگر سخت سیلاب آجائے تو کیا اس کا احتمال نہیں کہ ان خیموں سمیت ان میں موجود سارے لوگوں کو بہالے جائے؟ اور اگر بجلیاں گریں اور سخت اولے نازل ہوں تو خیمے کے یہ چھت کیا آپ کو بچا سکیں گے؟

اور اگر متعدی امراض تیزی سے پھیلنے لگیں تو ان حالات پر کنٹرول پانے کے لئے امکانی صلاحتیں کافی ہیں؟ اگر فسادی حجاج کو منصوبہ بند طریقے سے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلیں تو کیا عام حجاج کے پاس ان کی ذاتی دفاعی صلاحتیں ان کے لیے کفایت کریں گی۔

بلکہ جب آپ حجاج کرام سے ان کے اپنے ملک سے آمدورفت کے

طریقہ کے بارے میں پوچھیں کہ کیا اس میں مختلف قسم کے خطرات کا احتمال نہیں تھا؟ مثال کے طور پر جہاز کے گرنے، کشتی کے ڈوبنے اور موٹر کاروں کے ٹکرانے وغیرہ جس کا وقوع برابر ہوتا رہتا ہے۔

ان بہت سے سوالوں کا جواب اگر آپ حجاج کرام سے چاہیں گے تو ان کا بس یہی جواب ہوگا: ہاں! یہ تمام خطرات متوقع ہیں بلکہ یہ بھی گمان ہے کہ یہ سب بشر کی اکٹھا کی ہوئیں صلاحتیں ہیں جو اللہ کی چاہت سے واقع ہونے والے خطرات کا کچھ بھی برابری نہیں کر سکتیں۔

اور جب آپ حجاج کرام سے ایک دوسرا سوال کچھ یوں کرلیں کہ ایسی صورت میں آپ کس پر توکل اور اعتماد کرتے ہیں؟

تو تمام حجاج کا ایک ہی جواب ہوگا: ہم لوگ اللہ وحدہ سبحانہ ہی پر مکمل توکل واعتماد کرتے ہیں۔

اللہ کو بخوبی علم ہے لیکن شاید قولی وعملی طور پر اللہ عزوجل پر توحید توکل میں یہی سچائی ہے۔

چھٹا مقصد

انابت الی اللہ (اللہ کی جانب واپسی) کا ثبوت دینا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَأَنِيبُوٓاْ إِلَىٰ رَبِّكُمۡ وَأَسۡلِمُواْ لَهُۥ مِن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَكُمُ ٱلۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ﴾ [الزمر: ٥٤]

"تم لوگ اپنے پروردگار کی طرف جھک جاؤ، اور اس کی حکم برداری کیئے جاؤ، اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے، اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔"

استطاعت اور قدرت جب حج کے شروط قرار پائے تو یہیں سے یہ نتیجہ نکلا کہ مالی وبدنی ہر اعتبار سے بیشتر حجاج قوی و طاقتور ہوں گے۔

مالی وبدنی قوتوں کی خوبیوں سے سرشار، اس کے علاوہ دوستوں سے بے نیاز کرنے والی دیگر خوبیوں وصلاحیتوں کے پائے جانے کے باوجود حجاج کرام کے تمام مقامات بالخصوص عرفات، مطاف، صفا ومروہ کی چوٹی پر آپ انہیں پائیں گے کہ وہ ایک ڈرے ہوئے، خاکسار، اپنے

گناہوں کا معترف، اپنی کوتاہیوں کو طشت ازبام کرنے والا، اپنی کمیوں پر پشیماں، اپنی طاقت وقوت سے براء ت حاصل کرکے اللہ کی طاقت وقوت پر منحصر، اپنے رب کی معافی کی امیدیں باندھے سہما سہما دکھائی دے گا، اور غفلت، کوتاہی اور نافرمانیوں کی جو زندگی گذری ہیں اس پر پردہ دری اور معافی کی التجا کرتے ہوئے ملے گا۔

شاید یہی انابت الہی کی حقیقت ہے اور باقی تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

یہاں ایک سوال ابھر کر سامنے آتا ہے کہ کس کے خاطر یہ دل متوجہ ہوئے؟

کیا ان کے پاس کسی بڑے طاقت والے آدمی کا حکم آیا، یا کسی مالدار کی جانب سے کوئی وعدہ آیا جس نے اس انداز میں دلوں کو نرم کردیا، کہ ان کے خوف سے آنکھیں اشکبار اور ان کے مال کے سبب وہ لالچ کے شکار ہوگئے، ایسا ہرگز نہیں، لیکن ۔۔۔ شاید یہ اللہ رب العالمین کی جانب رجوع ہونے کی خالص توحید کے نتیجے میں واقع ہوا ویسے تو اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

ساتواں مقصد

اللہ تعالیٰ کی خاطر انکساری ثابت کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَأَخۡبَتُوٓاْ إِلَىٰ رَبِّهِمۡ أُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلۡجَنَّةِۖ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ﴾ [هود: ٢٣]

"یقیناً جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے کام بھی نیک کئے، اور اپنے پالنے والے کی طرف جھکتے رہے، وہی جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں۔"

اخبات کا معنیٰ: اللہ کے لئے ایسی تواضع وانکساری اختیار کرنا جو مطلق تسلیم ورضا کے حد تک پہنچ جائے، بندگی بھی اسی کی ہو، اس کی عظمت وربوبیت کا اقرار بھی ہو، اور اپنی کمزوری کا اس کے سامنے اپنی محتاجی وفقیری کا اعتراف بھی ہو، اخبات کا لفظ قرآن کریم میں تین مقامات میں وارد ہوا ہے۔

ایک تو سورۂ ھود میں جو ابھی گذرا ہے، اور دومرتبہ سورۂ حج میں جس کی تفصیل یوں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُۥٓ أَسْلِمُواْۗ وَبَشِّرِ ٱلْمُخْبِتِينَ ﴾ [الحج: ٣٤]

''سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے، تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ، اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سناد یجئے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں یوں فرمایا:

﴿وَلِيَعْلَمَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْعِلْمَ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُواْ بِهِۦ فَتُخْبِتَ لَهُۥ قُلُوبُهُمْۗ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَهَادِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [الحج: ٥٤]

"اور اس لئے بھی جنہیں علم عطافرمایا گیا، وہ یقین کرلیں کہ یہ آپ کے رب ہی کی طرف سے سراسر حق ہی ہے پھر وہ اس پر ایمان لے آئیں، اور انکے دل اس کی طرف جھک جائیں، یقیناً اللہ ایمان داروں کی راہ راست کی طرف رہبری کرنے والا ہی ہے۔"

سوال یہ ہے کہ ان تین مقامات میں سے سورۂ حج ہی میں اسے دوبار کیوں بیان کیا گیا؟

اللہ تو بہرحال اس سے بخوبی واقف ہے لیکن شعائر حج ہی وہ بیشتر عبادتیں ہیں جن میں بندے کا رب کے سامنے اظہار عاجزی، اس کے لئے انکساری، اور کامل خود سپردگی ہوتی ہے۔

بیشتر حجاج جو شعائر حج کرتے ہیں ان سے اس کی حکمت کے بارے میں دریافت کریں مثلا عرفات کا جانا، مزدلفہ میں رات گذارنا، رمی جمرات کرنا یا اس کے علاوہ جو وہ دیگر کام پورے حرص، باریکی اور لگن کے ساتھ کرتے ہیں۔ بتائیں بھلا آپ یہ سب کیوں کرتے ہیں، آپ کا اس سے کیا مقصد ہے، اور ان اعمال کی مشروعیت بھی کیوں ہوئی؟

تو آپ کو یہی جواب ملے گا: ہم تو اسے بندگی ہی سمجھ کر کر رہے ہیں اور بس۔

یہی اللہ سے عاجزی اور سر تسلیم خم کرنا ہے کہ صرف اللہ کے حکم کی تعمیل میں شرح صدر کے ساتھ بندہ عمل میں کوشاں رہے، حالانکہ اسے اس کی حکمت کی تفصیل کا کوئی علم وادراک نہیں، اس کے لئے بس یہی کافی ہے کہ یہ اللہ عزوجل کی بندگی ہے جو رب کی رضا وخوشنودی تک پہنچاتی ہے۔

اور اگر یہی حکم کسی مخلوق کی جانب سے صادر ہو تو وہی شخص اس سے

پوچھ تاچھ اور بحث ومباحثہ پر آمادہ ہوجائے گا اور کہے گا ایسا کیوں؟ یا اس طرح بہتر ہے، یا میں اس سے ــــــــــــــ ومطمئن نہیں ہوں۔

اللہ تعالی کی ذات پاک ہے جس نے دلوں میں عاجزی وانکساری کی صلاحیت پیدا کی۔

عاجزی کی کیا خوبصورت شکل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پیش کی، جس وقت آپ نے حجر اسود کو مخاطب کرکے فرمایا:

«أَمَا والله! إِنِّي لأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لاَ تَضُرُّ وَلاَ تَنْفَعُ، وَلَوْ لاَ أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ الله ﷺ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ». [صحيح البخاري، رقم الحديث: ١٦٠٥].

"اللہ کی قسم! مجھے اس کا بخوبی علم ہے کہ تو محض ایک پتھر ہے، تجھ میں نفع ونقصان کی کوئی طاقت وقوت نہیں، اور اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔"

بعض حجاج اپنے ملکوں میں فقراء ومساکین اور کمزور سے ہٹ کر نہایت عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں، بسا اوقات تو عام آدمیوں سے بالکل ہٹ کر اپنے شاہی محلوں میں پر سکون اور نعمت بھری زندگی گذارتے ہیں، لیکن جب انہیں حج کی دعوت دی جاتی

ہے اور وہ آکر ناتواں اور مساکین کے بیچ رہتے ہیں۔ اور کبھی کبھی انھی جیسا کھانا کھاتے اور انھی جیسے انداز میں سوتے ہیں (اور ایسا منظر بالخصوص مزدلفہ میں نظر آتا ہے) اور طواف، سعی اور رمی کے بھیڑ بھاڑ میں انھی کے ساتھ سربستہ کھڑے نظر آتے ہیں۔

پھوٹنے والی بدبوؤں اور دھکم پیل نیز شدید بھیڑ میں صابر وشاکر نظر آتے ہیں۔ آپ اپنے دل سے خود پوچھیں: حج میں ان چیزوں کی ادائیگی پر کس چیز نے اسے آمادہ کیا ہے، حالانکہ اس کی مفصل پنہاں حکمتوں سے وہ بالکل ہی ناآشنا ہے؟

اور کون سی چیز اسے عیش وعشرت اور نازو نعمت سے اس درجہ میں اتارلاتی کہ وہ کمزوروں اور مساکین کے بیچ گھل مل گیا؟ کیا اسے یہاں لانے کے لیے کسی آدمی نے مجبور کیا؟

جواب: ایسا ہرگز نہیں، لیکن یہ تو سب کچھ اللہ رب العالمین سے تواضع اور عاجزی وانکساری کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوا ہے۔

اللہ کو اس کا بخوبی علم ہے، لیکن شاید اللہ رب العالمین سے عاجزی کے توحید اخلاص سے حاصل ہوا ہے۔

مکہ کی اہم خصوصیات

ابراہیم علیہ السلام کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿ رَّبَّنَآ إِنِّيٓ أَسۡكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيۡرِ ذِي زَرۡعٍ عِندَ بَيۡتِكَ ٱلۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ فَٱجۡعَلۡ أَفۡـِٔدَةٗ مِّنَ ٱلنَّاسِ تَهۡوِيٓ إِلَيۡهِمۡ وَٱرۡزُقۡهُم مِّنَ ٱلثَّمَرَٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُونَ ﴾ [إبراهيم: ٣٧]

"اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس بے کھیتی کے جنگل میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے، اے ہمارے پروردگار! یہ اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں، بس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل کردے، اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تاکہ یہ شکر گذاری کریں۔"

مکہ کی تاریخ اور اس کی شان وفضیلت میں آنے والے بہت نصوص، اس میں وقوع پذیر ہونے والے حادثات و واقعات پر گہری نظر رکھنے والے اس نتیجے تک پہونچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اللہ نے مکہ کو ایسی خصوصیات سے نوازا ہے جو اس کے علاوہ کسی بھی شہر یا ملک کو

حاصل نہیں۔ اور اس کے لئے چند فقہی احکام اللہ نے بنایا ہے جو کسی اور کے لئے نہیں۔ اسے حرم کا درجہ عطا کیا ہے، اس میں شکار کرنا حرام ہے، اس کا درخت کاٹنا حرام اور وہاں پڑی چیزوں کا اٹھانا حرام ہے، یہی نہیں اس کے علاوہ بھی چند فقہی احکام ہیں۔

اس کی خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرماتے ہوئے اس کی طرف دلوں کو موڑ دیا ہے، اور یہاں کے مد اورصاع (ناپنے کے پیمانے) میں برکتیں ڈال دی ہیں۔

اور اس کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ جو اس شہر میں محض ظلم کا ارادہ کرے تو اسے اس کے ارادہ پر اللہ دردناک عذاب چکھائے گا، اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَن يُرِدۡ فِيهِ بِإِلۡحَادِۢ بِظُلۡمٖ نُّذِقۡهُ مِنۡ عَذَابٍ أَلِيمٖ ﴾ [الحج: ٢٥]

"جو بھی ظلم کے ساتھ وہاں الحاد کا ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔"

یہی وہ چند معروف خصوصیات ہیں جو علمی کتابوں میں مکتوب ہیں۔

اللہ کے نزدیک سب سے محبوب خطہ مکہ کے معاملے میں غوروفکر کرنے والے یہ ضرور پائیں گے کہ اللہ نے مکہ کو چند مثالی وانوکھی خصوصیات سے نوازا ہے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

☆ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس شہر مبارک میں اپنی اصلی نعمتوں سے نوازتا ہے اور وہ اصلی نعمت ہدایت، نفع بخش علم، نیک عمل اور حکمت ودانائی کی نعمت ہے۔

☆اور عبودیت وبندگی کے اعلیٰ مراتب یعنی رتبہ ایمان، احسان، اور شہادت کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے۔

☆اور شہر مکہ میں صدیقیت کے مرتبہ پر اتنی کثرت اور جلدی سے سرفراز فرماتا ہے جو دنیا کے دیگر کسی بھی ملک میں ویسا عطا نہیں فرماتا۔

☆اور شہر مکہ میں اللہ تعالیٰ ان نعمتوں اور مرتبوں کے طلب گاروں کی طلب اور درخواست جتنی جلدی قبول فرماتا اتنی جلدی اس کے سوا کسی اور شہر میں قبول نہیں فرماتا۔

☆اس روئے زمین پر واقع ہر شہر میں اللہ اپنی ان نعمتوں کو عطا فرماتا ہے لیکن سرزمین مکہ میں کثرت سے اور نہایت جلدی میں عطا کردیتا ہے۔ اللہ اعلم۔

☆اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام کو مکہ سے باہر اسلام، ایمان، احسان نبوت ورسالت کے رتبہ بلند سے نوازا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام رتبوں سے بلند رتبہ '‹خلیلیت‹‹ سے نوازنے کا ارادہ فرمایا تو انہیں مکہ میں حاضری کی دعوت دی۔ جہاں

ان کی آزمائش وابتلاء کافی شدید تھی لیکن نوازش و عطا اس سے کہیں بڑی تھی، پھر وہیں رتبہ خلیلیت کا تاج آپ کو پہنایا گیا، اللہ اعلم۔

☆ اور یہ ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں کہ بڑی بڑی آزمائشوں کے بعد تمام اصلی نعمتوں سے مکہ میں آپ کے دل بھرے ہیں، پھر آپ ﷺ کو مکہ میں رتبہ '‹خلہ‹‹ سے نواز کر مدینہ کی ہجرت کی اجازت دی گئی۔ اللہ اعلم۔

شاید اسی وجہ سے حج کے یہ مقاصد ہیں کہ ان مقامات کی زیارت کے لئے مسلمان کو بلایا جائے جہاں اللہ کے کرم اور اس کی نوازش کی تجلیات اتنی کثرت سے رونما ہوتی ہیں جو اور جگہوں پر اس طرح نظر نہیں آتیں۔ تو چند دنوں کے اندر خوب سے خوب تر عبادتیں ہوتی ہیں تاکہ اسے ان نعمتوں اور ان جیسی نعمتوں سے اتنا زیادہ نوازا دیا جائے جو اس کے شہر میں جس سے وہ آیا ہے عطا کیا جاتا ہے۔

مکہ کے ان چیدہ چیدہ خاصیات پر غور کرنے کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے حجاج کرام اپنی دعاؤں میں یہ التجا کرنے لگیں کہ وہ اپنی تمام اصلی وفرعی نعمتیں کثرت سے ان کو عطا کردے، اور عبادت وبندگی میں ان کے درجات دوبالا کردے۔

بسا اوقات اللہ تعالیٰ اس مختصر سفر میں اس کی دعا شرف قبولیت سے

نواز دے۔ اور اس کے علم کو یا اس کی حکمت ودانائی کو یا اس کے تقویٰ وپرہیزگاری یا اس کے عمل صالح کو دوگنا کردے یا اس کے درجات بلند کردے کہ وہ آیا تو محض مسلمان بن کر لوٹا مومن بن کر، یا آیا مومن بن کر اور لوٹ رہا ہے محسن بن کر، یا آیا تھا محسن بن کر لیکن واپسی ہورہی ہے صدیق کے درجہ پر فائز ہو کر، اللہ کا یہ دستور ہے کہ وہ اپنے کسی بھی بندے کو اپنی اصلی نعمتوں سے بغیر ابتلاء وآزمائش کے سرفراز نہیں فرماتا، یہی وجہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش عراق وشام کے مقابلے میں مکہ میں زیادہ اور شدید تھی، اور ایسے ہی محمد ﷺ کی آزمائش مدینے کے مقابل مکہ میں زیادہ سخت تھی، اور اس میں یہی راز پنہاں تھی کہ یہ دونوں درجہ خلیلیت کو پہنچ جائیں۔ واللہ اعلم۔

اسی بنا پر مکہ میں حجاج کا امتحان اور ان کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے کہ وہ بھی اس عظیم عطیہ وتحفہ کو حاصل کرسکیں جس کی امیدیں وہ اللہ سے باندھے ہیں، اگر وہ صبر کا دامن تھامے رہیں اور تقویٰ الٰہی پر گامزن رہیں، اسی بنا پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ ٱتَّقَىٰ ۗ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴾ [البقرة: ٢٠٣]

"دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں، اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، یہ پرہیزگار کے لئے ہے، اللہ سے ڈرتے رہو، اور جان رکھو کہ تم سب اسی کی طرف جمع کئے جاؤگے۔"

واضح رہے کہ جنہوں نے دو دنوں یعنی گیارہ اور بارہ ذوالحجہ منی میں گذار کر چل دیئے تو اللہ نے ان پر تخفیف کردی اور اس پر کوئی گناہ نہیں، لیکن قاری یہ گمان رکھے کہ متاخر (تیرہ ذی الحجہ تک منی میں رہنے والے) کے حق میں یوں کہا جارہا ہے کہ جس نے تاخیر کی، یعنی تیرہ ذی الحجہ تک منی میں رکا رہا، تو اس کے لئے اجر عظیم ہے۔

لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں متاخر کے لیے ایک زائد شرط لگائی ہے اور وہ '‹لمن اتقی‹‹ تقویٰ الہی ہے۔ ایک قول کی بنیاد پر آیت میں تقویٰ کی شرط کا تعلق متاخر سے ہے۔ اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اس کی مزید آزمائش ہو تاکہ اسے مزید عطا سے نوازا جاسکے۔

لہذا جو شخص تیرہ ذی الحجہ تک منی میں وقوف وبیت کرے گا وہ بڑی بڑی نوازشوں سے ہمکنار ہوگا لیکن بہت سی آزمائشوں کے بعد۔۔۔۔۔واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَمۡ حَسِبۡتُمۡ أَن تَدۡخُلُواْ ٱلۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ جَٰهَدُواْ مِنكُمۡ وَيَعۡلَمَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴾ [آل عمران: ١٤٢]

"کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤگے، حالانکہ اللہ نے اب تک یہ معلوم نہیں کیا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں۔"

خاتمہ

حج کے بعد ہمارے شب و روز

میرے پیارے حاجی بھائی!

اس سنہری موقعہ اور حج کے عظیم مقاصد پر اس بھاگ دوڑ والے مختصر سفر کے بعد ہمارے لئے یہی زیبا ہے کہ گذشتہ بیان کردہ گفتگو سے مستفید ہوتے ہوئے چند سنجیدہ لمحات میں بیٹھ کر غور کرلیں۔

اللہ کی توفیق و مدد سے میں عرض کررہا ہوں:

میرے پیارے حاجی بھائی! آئیں ہم سب مل بیٹھ کر غور کریں کہ وہی ذات ہے جس نے حج میں صحابہ سے شکار کو قریب کیا اور عورت کو مرد سے قریب کیا، وہی ذات ہے جس نے دنیا میں ہر جگہ بندے سے حرام کردہ تصویریں، سننے کی حرام چیزیں، حرام کردہ مشروبات اور مال حرام سے قریب کیا ہے، اور سب کی صرف ایک ہی علت وجہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِيَعْلَمَ ٱللَّهُ مَن يَخَافُهُۥ بِٱلْغَيْبِ ۚ فَمَنِ ٱعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

[المائدة: ٩٤]

"تاکہ اللہ معلوم کرلے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے سو جو شخص اس کے بعد حد نکلے گا اس کے لیے دردناک سزا ہے۔"

خیال کریں کہ حج سے واپسی کے بعد کیا اللہ عزوجل کی طرف رجوع وانابت اور توحید خوف ومحبت میں آپ برابر اپنے نفس سے مجاہدہ کررہے ہیں بلکہ یہ سلسلہ آپ کے رب سے ملاقات تک جاری ہے؟

میرے پیارے حاجی بھائی! جب آپ اپنے ملک میں تھے تو آپ یوں گویا تھے کہ آپ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اسی سے ڈرتے اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں، لیکن یہ تو سب آپ کے گمان وخیال تھے آپ کی سچائی کے لئے کے دلیل درکار تھی، حج آیا تاکہ وہ آپ کی سچائی پر دلیل قائم کردے۔ اور وہ کچھ اس طرح کی آپ کے اعضاء و جوارح نے آپ کے زبان کی تصدیق کردی، مبارک ہو آپ کو اگر یہ اللہ کو قبول ہوجائے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَٰدِلُ عَن نَّفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ [النحل: ١١١]

" جس دن ہر شخص اپنی ذات کے لئے لڑتا جھگڑتا آئے گا، اور ہر شخص

کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے گا۔"

ان مقاصد کے حصولیابی کے لئے آپ اپنے نفس سے لڑیے، تاکہ قیامت کے دن اس پر آپ کے جوارح آپ کے لئے گواہ بن سکیں، اس کی قبولیت کے لئے اللہ سے کثرت سے درخواست کریں۔

میرے پیارے حاجی بھائی! اس حج کے سبب آپ کے رب کا کرم واحسان آپ کو اس مقام ومرتبہ تک پہونچادے کہ سالہا سال اپنے ملک میں رہتے ہوئے اللہ کی عبادت کرنے پر بھی اس مقام ومرتبہ تک رسائی ممکن نہ تھی، اس لئے اس پر اللہ کے لئے حمدوثناء اور شکر بیان کرو، کیوں کہ شکر کرنے سے فرعی نعمتیں جیسے مال واولاد میں اضافہ ہوتا ہے، اور اس سے بڑھ کر اصلی نعمتوں جیسے ایمان واحسان میں بدرجہ اولیٰ بڑھوتری ہوتی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ بڑاہی کریم وودود ہے، اس لئے کثرت سے اسی کا شکریہ ادا کرو۔

حج سے واپسی کے بعد آپ کی زندگی کا منہج ووطیرہ اس عظیم مقام کے حصول کا ترٓب بن جائے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے، اس کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب آپ ثابت قدمی کے اسباب کو مضبوطی سے تھام لیں جیسے نیک لوگوں کی صحبت ، کثرت دعا والتجا،

غفلت اور غافلین کے ٹھکانوں سے دوری، عمل صالح میں انہماکی، اور یہ سلسلہ رب کی ملاقات تک باقی رہے یہاں تک کہ وہ آپ سے اور آپ اس سے راضی ہوجائیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴾ [آل عمران: ٨]

"اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے، اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔"

والحمد لله رب العالمين، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، وسلم تسليما كثيرا .

فہرست مضامین

کامل حج کرنا	11
پہلا مقصد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کو ثابت کرنا	23
دوسرا مقصد اللہ عزوجل کی عظمت ثابت کرنا	35
تیسرا مقصد اللہ عزوجل کے لئے '‹رجاء‹‹ وسعت رحمت کی امید کو ثابت کرنا	39
چوتھا مقصد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے خوف کو ثابت کرنا	41
پانچواں مقصد اللہ عزوجل پر توکل کو ثابت کرنا	47
چھٹا مقصد انابت الی اللہ (اللہ کی جانب واپسی) کا ثبوت دینا	51
ساتواں مقصد اللہ تعالیٰ کی خاطر انکساری ثابت کرنا	53
مکہ کی اہم خصوصیات	59
خاتمہ حج کے بعد ہمارے شب و روز	67

IslamHouse.com

IslamHouseOr IslamHouseOR/ islamhouse.com/or/

IslamHouseOr/

For more details visit
www.GuideToIslam.com

GUIDE TO ISLAM

contact us :Books@guidetoislam.com

GuidetoIslam.org Guidetoislam1 Guidetoislam www.Guidetoislam.com

المكتب التعاوني للدعوة وتوعية الجاليات بالربوة

هاتف : ٩٦٦١١٤٤٥٤٩٠٠+ فاكس : ٩٦٦١١٤٩٧٠١٢٦+ ص ب : ٢٩٤٦٥ الرياض : ١١٤٥٧

ISLAMIC PROPAGATION OFFICE IN RABWAH

P.O.BOX 29465 RIYADH 11457 TEL: +966 11 4454900 FAX: +966 11 4970126

حج کے اسرار ومقاصد

مقاصد حج نامی اس کتاب میں مؤلف نے اعمال حج کے بعض انتہائی علمی اسرار و مقاصد کو بیان کیا ہے، اس حیثیت سے کہ جو آپ کر رہے ہیں اس کے متعلق آپ کو علم نہیں تو آپ کے لئے اتنا جاننا کافی ہے کہ یہ ایک اہم عبادت ہے، اور دونوں جہان کے پرور دگار کے لئے سر تسلیم خم کرنے کا تقاضا ہے ،اسرار و مقاصد کے بیان کے ضمن میں مؤلف نے چند اہم نقطہ کی طرف حجاج کے فکر و فہم کو مہمیز دیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم و جسم مبارک سر زمین عرفات کو کیوں نہیں چھوا، اور دوران طواف و رمی جمرات مرد و خواتین کیوں ایک ہی ساتھ مشغول عمل رہتے ہیں، اس کے علاوہ دیگر حکمتیں بھی اس کتاب میں ذکر کی گئی ہیں۔

IslamHouse.com
مرکز أصول
Osoul Center
www.osoulcenter.com
Rabwah